مولانا شفیق احمد ملکانوی

منفرد شخصیت

شیخ التفسیر والحدیث ماہر علوم وفنون ادیب شہیر دولت علم وفن کا خزانہ اور پیکر سادگی وتواضع ان تمام کا مختصر عنوان شیر علی شاہ تھا جو نسبی اعتبار سے عالی خاندان سے تھے اور حضرت بھی اور مولانا بھی ! گزشتہ کل تک جنہیں ہم مدظلہم لکھتے اور کہتے رہے اب انہیں رحمہ اللہ لکھا اور کہا جا رہا ہے وائے نصیب ! ہم سے بہت دور ہو گئے رحلت فرما گئے اور راہی بقاء ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

خواص امت کا ملجا و ماویٰ

یہ جانے والے کئی خوبیوں صفات اور مزایا سے متصف تھے اس ذات والا ، صفات میں عمدگی ایسی کہ مسند تدریس کو ان سے زینت تھی خوبی یہ کہ تقویٰ ورع اور عمل انکا اوڑھنا بچھونا تھا عظمت اس قدر کہ لوگوں کے دلوں پر حکمرانی تھی اور کشش اتنی کہ خواص امت کا ملجأ وماویٰ تھے اس انسان کو ہم نے اپنے ہاتھوں سے تہ خاک سلا دیا۔

خاک بر فرق دولت دنیا
من فشاندم خزانہ بر سر خاک

نسبتوں کے دوش بردار

حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ اکابر واساطین کی مبارک اور بہر اعتبار لائق قدر نسبتوں کے امین تھے اور ہاں یہ بھی جی لگتی بات ہے کہ انہوں نے ان پاکیزہ نسبتوں کے حامل ہونیکا اور زندگی کے ہر گام پر اور اپنے ہر قول وکردار سے بڑوں کی ان نسبتوں کے دوش بردار ہونے کا ثبوت دیا ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

سائبانِ امت

حضرت ڈاکٹر صاحبؒ اپنے خاندان اپنے ادارہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ ،حقانی برادری اور دیگر چند افراد کیلئے نہیں بلکہ جماعتوں اور پوری ایک امت کیلئے سائباں تھے ،وہ دنیا سے کیا گئے ایک آسمان برکنار ہو گیا مسند الہند حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کی وفات حسرت آیات پر جو پر درد مرثیہ کہا گیا پہلے اسے ملاحظہ کریں مومن خان دہلوی مرحوم کہتے ہیں ...... دست بے داد اجل سے بے سروپا ہو گئے

فقر ودیں فضل وہنر لطف وکرم علم وعمل

کیا کسی قدر حضرت ڈاکٹر شیر علی شاہؒ کی وفات پر یہ مرثیہ صادق نہیں آرہا

حاصل عمر نثار رہ پارے کردم
شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

خلا ہی خلا نظر آتا ہے

ایک عالم ربانی کا عالم بقا کو سدھار جانا کچھ کم المیہ نہیں قحط الرجال کے اس دور میں حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کا کوچ کر جانا بڑا خلا پیدا کر گیا کتنا علم اٹھ گیا امت کتنی روشنی سے محروم ہوگئی دنیائے دوں کے اس ظلمت کدہ میں کتنی تاریکیوں کی گھٹا چھاگئی حسرتوں اور محرومیوں کے کتنے بادل محیط ہوگئے لاریب ہر زمانے میں بڑے بڑے راہی بقا ہوئے ان پر بڑے بڑے مرثیے بھی پڑھے گئے اشک بار رونا بھی رویا گیا لیکن یہ بھی ایک حقیقت رہی ہے کہ ماضی میں ایسے اندوھناک مواقع کے پیش آنے پر ادھر ادھر شمال جنوب اور مشرق ومغرب جس طرف بھی نگاہ دوڑائی جاتی کوئی نہ کوئی ایسی شخصیت ضرور نظر آجاتی تھی جو سامان تسلی بنتی نظر آتی تھی مایوسی اور قنوطیت کی فضا نہ بن پاتی تھی اور اب اپنے میں معدودے چند ایک کے تاحد نگاہ خلا ہی خلا نظر آتا ہے بالکل چٹیل میدان ہے یا اسفاعلی اسفا

گذری بہار عمر خلیقؔ اب کہیں گے سب
باغ جہاں سے بلبل ہندوستان گیا

حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کی اس راقم آثم نے تقریر بھی سنی ہے ان کی مجلس کی صحبت بھی اٹھائی ہے وہ ایک عظیم انسان تھے، ہنس مکھ تھے بذلہ سنج تھے مگر انہوں نے علم کی توقیر پر آنچ نہیں آنے دی......

لو کانت الدنیا تدوم لواحد
لکان محمد فیه مخلدا

خلق خدا بسمل ہے

حضرت ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ پر یہ مرحلہ آیا مگر سید قدرت شاہ صاحبؒ عرف غازی ملا کے بیٹے اور ذات پاک کے شیر علی شاہ نام کے کسی شخص پر یہ مرحلہ نہیں آیا اور شمشیر اجل صرف شیر علی کی گردن پر نہیں چلی بلکہ موت کا یہ مرحلہ علم پر آیا شمشیر اجل علم پر چلی تب ہی تو دیر تک کا کہرام بپا ہے حدیث پاک میں ہے:

ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعا ولکن یقبض العلم بقبض العلماء

اللہ تعالیٰ علم کو ایسے نہیں مٹاتے کہ سینے اور صحیفے صاف کردئے جائیں بلکہ سنت اللہ یہ ہے کہ علم کا صفایا علماء کے راہی بقا ہونے میں ہے۔ حضرت ڈاکٹر صاحبؒ پر موت کے طاری ہونے سے مرحلہ تدفین کے بعد تک کیا

یونہی خلق خدا گھائل تھی بسمل تھی اور نیم جان تھی حقیقت یہ ہے کہ موت العالم موت العالم کا منظر

مرگ مجنون سے عقل گم ہے میؔر
کیا دیوانے نے موت پائی ہے

اللہ تعالیٰ حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں اعلی مراتب نصیب فرمائے (آمین) اور تقسیم میراث نبوت آپ کیلئے صدقہ جاریہ بنے اور آپ کی اولاد آپ کیلئے ولد صالح یدعوا لہ کا مصداق ہو مجھ کم سواد اور ہیچمداں میں اتنا لکھنے کا کہا دماغ تھا اور کیا سلیقہ! البتہ عقیدت کے ناطے چند سطور لکھنے کا سواد ضرور تھا مگر نوبت بایں جارسید! بقول حضرت میر تقی میر......

لکھتے رقعہ لکھے گئے دفتر
شوق نے بات کیا بڑھائی ہے

عرشِ اعلیٰ پر بپا ہے حشر فریاد و فغاں
ہائے رخصت ہوگیا دنیا سے وہ شیخ زماں
بن گیا ماتم سرا اُف دیوبندی میکدہ
کون ہوگا ساقی مہوش برائے تشنگاں